23

عورتوں کے لئے دین سیکھنے کے زیادہ سے زیادہ مواقع پیدا کرو

(فرمودہ 29 ستمبر 1950ء بمقام لاہور)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"گزشتہ سال میں نے تحریک کی تھی کہ یہاں مسجد کے لئے اَور زمین لے لینی چاہیے اور آہستہ آہستہ ایک بڑی مسجد بنانی چاہیے کیونکہ یہ مسجد کافی نہیں۔ اُس وقت مجھے بتایا گیا تھا کہ دس ہزار کے قریب چندہ ہوا ہے اور اس چندے کا بیشتر حصہ جمع بھی ہو گیا ہے اور چونکہ اب اس پر ایک سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے یعنی ایک سال پانچ مہینے ہو چکے ہیں اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ غالباً باقی رقم بھی جمع ہو چکی ہوگی۔ لیکن اِس وقت تک زمین نہیں خریدی گئی۔ بالکل ممکن ہے کہ جب آہستہ آہستہ لوگوں کے حالات درست ہوتے جائیں تو زمینیں بھی مہنگی ہوتی جائیں۔ جس طرح دوست یہاں بیٹھے ہیں ظاہر ہے کہ نماز صحیح طور پر جس طرح کہ شریعت کا حکم ہے نہیں پڑھی جاسکتی۔ باوجود اس کے کہ کچھ لوگ کوٹھے پر نماز پڑھیں گے اور کچھ گلی میں نماز پڑھیں گے۔ گلی میں نماز پڑھنا درحقیقت منع ہوتا ہے مگر ہم مجبوری کی وجہ سے قادیان میں بھی اِس کی اجازت دے دیتے تھے اور یہاں بھی روکتے نہیں کیونکہ جب مسجد میں جگہ ہی نہ ہو تو لوگ کیا کریں۔ مگر ظاہر ہے کہ جس امر کو شریعت نے پسند نہیں کیا اُسے جلد سے جلد ہمیں دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ پھر جمعہ بھی عید کی طرح کی ایک تقریب ہے جس میں خطبہ بھی پڑھا جاتا ہے اور یہ ایک پسندیدہ امر ہے۔ کم سے کم احمدیت کی سنت یہی ہے کہ عورتیں بھی نمازِ جمعہ میں شامل ہوں۔ پرانے زمانے کے فقہاء عورتوں کا جمعہ میں شامل ہونا پسند نہیں کرتے تھے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے اس بات پر زور دیا جانے لگا کہ عورتوں کو بھی جمعہ میں

آنا چاہیے کیونکہ جمعہ کی مثال عید کی طرح ہے۔ جس طرح عید میں ایک بڑا مجمع ہوتا ہے خطبہ پڑھایا جاتا ہے اور قومی ضرورتوں کے متعلق جماعت کو توجہ دلائی جاتی ہے اس طرح جمعہ کے دن تمام شہر کے لوگ جمع ہوتے ہیں اور خطبہ میں ان کو ان کی وقتی یا مستقل ضرورتوں کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ پس عورتیں جو جماعت کا ایک ضروری حصہ ہیں اُن کو ان ضرورتوں سے ناواقف رہنے دینا یا ان کو واقفیت کے مواقع بہم نہ پہنچانا یہ اپنی ترقی اور قومی اتحاد کے راستہ میں روک پیدا کرنا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہر قوم میں جو بالغ مرد ہوتے ہیں وہ اوسطاً 1/4 ہوتے ہیں۔ کسی قوم میں 1/3 اور کسی قوم میں 1/4۔ بعض جگہ پر تو اس سے بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ ہمارے احمدیوں میں خدا تعالیٰ کے فضل سے نسل زیادہ چلتی ہے۔ دوسرے لوگوں سے پوچھو کہ کتنے بچے ہیں؟ تو وہ کہیں گے کہ ایک بچہ ہے یا دو بچے ہیں۔ لیکن کسی احمدی سے پوچھو تو وہ چھ بچوں سے کم نہیں بتائے گا۔ کہے گا میرے چھ بچے ہیں یا سات بچے ہیں یا آٹھ بچے ہیں یا نو بچے ہیں۔ یہ ایک الٰہی فضل ہے اور یہ بات بتاتی ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک سکیم جاری ہے تا کہ احمدیت کو دنیا پر غالب کر دے۔ دنیا میں ترقیِ قوم کے دو ہی راستے ہوتے ہیں ایک تبلیغ کا راستہ اور ایک عورت کا راستہ۔ یا عورتوں کے ذریعہ نسل بڑھانا یا تبلیغ کے ذریعہ جماعت بڑھانا۔ ان دو راستوں میں سے تبلیغ کے راستہ کی طرف ہماری جماعت پوری طرح متوجہ نہیں۔ کرتے ہیں تبلیغ، مگر سارے نہیں کرتے کم کرتے ہیں۔ اور کرتے ہیں تبلیغ لیکن جو طریق ہیں صحیح تبلیغ کے اُس طرح نہیں کرتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کا ثمرہ ہم کو اتنا وافر نہیں ملتا جتنا ملنا چاہیے۔ مگر جو خدا کا حصہ ہے وہ اس سے غافل نہیں۔ ہمیں اگرچہ سال میں چار احمدی بنانے چاہئیں مگر ہم میں سے بہت کم ہیں جو ایک احمدی بھی بناتے ہیں۔ اور بعض تو بالکل تبلیغ کرتے ہی نہیں۔ تو گو ہم اس فرض سے غافل ہوتے ہیں مگر ہمارا خدا غافل نہیں ہوتا۔ ہم بعض دفعہ عمر بھر میں ایک آدمی بھی نہیں لاتے مگر خدا ہم کو دس سال میں دس بچے دے دیتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ اگر تم اُس طرح اپنی تعداد نہیں بڑھاتے تو میں اِس طرح تمہاری تعداد بڑھا دیتا ہوں۔ مگر وہ بچے کس کام کے اگر اُن کی تربیت کرنے والا کوئی نہیں۔ آپ اپنے گھروں میں بیٹھ نہیں سکتے۔ نو بجے آپ نے گھر سے باہر کی تیاری کی اور نو بجے تک جو آپ اپنے گھروں میں رہتے ہیں اس میں بھی کئی کام کاج ہوتے ہیں۔ شام کو آپ واپس آتے ہیں تو تھکے ہوئے ہوتے ہیں۔ کچھ دیر آرام کیا، کھانا کھایا اور رات ہوگئی۔ بچے کچھ پہلے سونے کے عادی ہوتے ہیں

وہ سوئے تو عورت نے اپنی ضرورتیں بیان کرنی شروع کر دیں۔ اور پھر انہی باتوں میں نیند آئی اور سو گئے۔ پس بچوں کی تربیت کے لئے آپ کے پاس بہت ہی کم وقت ہوتا ہے۔ یہ وقت عورت کے پاس ہی ہے اور وہی اپنے بچوں کی صحیح تربیت کر سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے عورتوں کا ملازمتیں کرنا اور ان کا گھروں سے باہر رہنا پسند نہیں کیا۔ باقی مذاہب نے اس پر کوئی روشنی نہیں ڈالی اور انہوں نے اپنے اجتہاد سے ایسی تعلیم عورتوں کے لیے جائز سمجھی جس سے وہ نوکری کرنے کے قابل ہو سکیں اور ایسی تعلیم جائز سمجھی جس سے وہ آزاد زندگی بسر کر سکیں۔ لیکن اسلام نے عورت کا ایک مقصد مقرر کیا اور پھر اس نے عورت کے کاموں کو ایسے رنگ میں معیّن اور محدود کر دیا کہ وہ زیادہ وقت اپنی اولاد کی تعلیم اور اس کی تربیت میں صَرف کرے اور کچھ وقت اپنی بہنوں اور رشتہ داروں کی اصلاح اور ان کی علمی ترقی میں خرچ کرے۔ لیکن اگر عورت کو وہ تعلیم ہی نہیں دی گئی جس سے کام لے کر وہ صحیح تربیت کر سکے تو اس کی ایسی ہی مثال ہوگی جیسے سپاہی تو بھرتی کر لئے جائیں مگر انہیں کام نہ سکھایا جائے۔ یا ایسی فوج بھرتی کر لی جائے جس میں فوج کی کوئی خوبیاں نہ ہوں۔ ظاہر ہے کہ وہ فوج لڑنے کے قابل نہیں ہوگی گو نام کے لحاظ سے وہ فوج ہی کہلائے گی۔ اِسی طرح آپ لوگ بھی اگر اپنی عورتوں کو یہ مواقع بہم نہیں پہنچاتے کہ وہ دین کی باتیں سنیں یا اس لالچ اور حرص کے زمانہ میں آپ بھی دوسروں کو دیکھتے ہوئے یہ چاہتے ہیں کہ ہم عورت کو ایسی دنیوی تعلیم دلائیں جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہ ہو تو اس کا کیا نتیجہ ہوگا؟ غیروں میں تو یہ بات قابلِ برداشت سمجھی جاسکتی ہے کیونکہ اگر وہ اپنی لڑکی کا کسی عیسائی سے بھی بیاہ کر دیں تو وہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔ مگر ہمارے ہاں دوسرے مسلمان سے بھی نکاح جائز نہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یا تو وہ ضائع ہو جاتی ہیں یا ساری عمر کنواری رہتی ہیں یا دوسری جگہ شادیاں کر لیتی ہیں۔ تو ماں باپ محبت کی وجہ سے ان سے قطع تعلق نہیں کر سکتے اور اِس طرح اُن کے ساتھ ہی خود مرتد ہو جاتے ہیں اور یا پھر جھوٹ بول کر ہماری سزا سے بچنا چاہتے ہیں۔ تب وہ لوگوں کی نظروں میں تو مرتد نہیں ہوتے مگر خدا تعالیٰ کی نظروں میں وہ مرتد ہی سمجھے جاتے ہیں۔

دوسرے لوگوں کا تو یہ حال ہے کہ اُمِّ طاہر کی بیماری کے دنوں میں جب میں نے انہیں گنگا رام ہاسپٹل میں داخل کیا تو ایک ہندو مجھے ملے اور انہوں نے اپنی بیوی بھی مجھ سے ملوائی۔ وہ اُمِّ طاہر کی خبر گیری کے لئے آئے تھے۔ اُمِّ طاہر کے بھائی چونکہ جیل خانہ کے افسر تھے اور انہوں نے اُس ہندو

کے ساتھ قید کے دنوں میں اچھا سلوک کیا تھا اس لئے وہ اظہارِ تشکر کے طور پر اُمِّ طاہر کی عیادت کے لئے آ گئے ۔ جب انہوں نے بات کی تو مجھے معلوم ہوا کہ اُن کی بیوی مسلمان ہے ۔ایک بیٹی اُن کے خسر کی میرے ایک پھوپھی زاد بھائی کے سالے سے بیاہی ہوئی تھی ۔ایک اس ہندو سے بیاہی ہوئی تھی اور ایک اسی قسم کے کسی تیسرے آدمی سے بیاہی ہوئی تھی ۔تو ان لوگوں میں اس سے کوئی پرہیز نہیں ۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ یہ تنگ ظرفی ہے اگر شادی بیاہوں کو وسیع نہ کیا جائے ۔ حالانکہ غیر احمدی سے شادی نہ کرنا ایک غیر احمدی کے لئے اگر نیا مسئلہ ہے تو غیر مسلم سے شادی نہ کرنا کوئی نیا مسئلہ نہیں ۔قرآن کریم میں یہ بات صراحت سے موجود ہے مگر وہ اسلام سے اتنا دور ہو چکے ہیں کہ انہیں ان باتوں کی اب کوئی پرواہ ہی نہیں ۔اچھا رشتہ عیسائی مل جائے تو کہیں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ بڑا اچھا رشتہ ملا ہے ۔اچھا رشتہ سکھ مل جائے تو کہیں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ بڑا اچھا رشتہ ملا ہے ۔اچھا رشتہ ہندو مل جائے تو کہیں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ بڑا اچھا رشتہ ملا ہے ۔اب پارٹیشن کے بعد مسلمانوں کے دلوں میں ایک قسم کا بُغض ہندوؤں اور سکھوں کے متعلق پیدا ہوا ہے لیکن پندرہ بیس سال کے بعد ممکن ہے جب یہ بُغض دور ہو جائے تو تعلیم یافتہ طبقہ کہے کہ اجی! ان باتوں میں کیا رکھا ہے مذہب اپنا اپنا رہے اور شادی ہو جائے تو کیا حرج ہے ۔ دین تو صرف دل اور دماغ کے ساتھ تعلق رکھنے والی چیز ہے اس کا شادیوں کے ساتھ کیا تعلق ہے ۔

میرے ایک عزیز تھے جو اَب فوت ہو چکے ہیں میری ایک بیوی کے ماموں تھے ۔انہوں نے قصہ سنایا کہ ایک ریلوے کلرک تھا اس نے مجھے ایک دن کہا کہ آؤ ہم آپ کو مولویوں کا ایمان دکھائیں ۔ وہ شخص ان کا دوست تھا اور یہ ڈاکٹر تھے ۔ وہ انہیں آگرہ کی جامع مسجد کے امام کے پاس لے گیا اور ان کے سامنے گُھٹنے ٹیک کر دو روپے بطور نذرانہ پیش کئے اور پھر کہا میں جناب سے ایک مشورہ لینے آیا ہوں ۔اور وہ یہ ہے کہ مجھے فلاں محکمہ میں سَو یا سَوا سَو روپیہ تنخواہ ملتی ہے مگر میرا اس میں گزارہ نہیں ہوتا ۔ اب ریلوے میں ایک جگہ مل رہی ہے وہاں تنخواہ تو ساٹھ روپے ہے مگر بالائی آمد تین چار سو روپیہ کے قریب ہے ۔حضور کا اِس کے متعلق کیا خیال ہے؟ اب انہیں تو دو روپے کی نذر مل چکی تھی اِس کے بعد اُن کے لئے یہ کہنا بڑا مشکل تھا کہ تمہارے لئے رزق کی یہ وسعت ناجائز ہے ۔ سر مار کر کہنے لگے اچھا ہے، کافی آمدن ہے کرلو ۔اور یہ کہنے کی توفیق نہ ملی کہ یہ تو حرام آمد ہے ۔ حلال کے ساتھ حرام آمد کس طرح لائی جا سکتی ہے ۔ بلکہ اس نے جب کہا کہ تنخواہ تو ساٹھ روپے ہے مگر تین چار سو روپیہ اوپر کی آمد

ہے تو انہوں نے کہا کیا معقول آمد ہے۔ بیشک ملازمت کر لو۔

یہی نظریہ پہلے عام طور پر مسلمانوں کا تھا اور جب آپس کی مخالفت دور ہو گی تو پھر پیدا ہو جائے گا۔ عیسائی ہو، ہندو ہو، سکھ ہو اگر اس کا گزارہ اچھا ہو گا اور تین چار ہزار یا پانچ ہزار آمد ہو گی تو مسلمان کہے گا کہ اس کے ساتھ اپنی لڑکی کی شادی کر دینے میں کیا حرج ہے۔ بلکہ ماں باپ کی رضامندی سے پہلے ہی لڑکی کہہ دے گی کہ میں نے تو فلاں جگہ شادی کر لی ہے۔ اور جب وہ سنیں گے کہ لڑکے کی چار پانچ ہزار روپے ماہوار آمد ہے تو گو ظاہر میں وہ یہی کہیں گے کہ تم نے بُرا کام کیا مگر دل میں خوش ہوں گے کہ چلو جو کچھ ہو گیا اچھا ہو گیا۔ مگر ایک احمدی ایسا نہیں کر سکتا۔ لیکن بعض احمدی بھی ایسی غلطیاں کرتے ہیں کہ وہ اپنی لڑکیوں کو ایسی تعلیمیں دلواتے ہیں جس کے بعد ان کے لئے رشتے ملنے مشکل ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ جب ملازمت والی تعلیم کی ضرورت صرف مردوں کے لئے ہے اور عورتوں کی اصل ذمہ داری اولاد کی صحیح تربیت کرنا ہے تو ان کی تعلیم صرف اس رنگ میں ہونی چاہیے کہ کچھ دینی تعلیم ہو اور کچھ دنیوی تعلیم ہو تا کہ اپنی اولاد کو وہ اسلام کی خدمت کے لئے تیار کر سکیں۔ ہم جو ایک آدمی کو پانچ گنتے ہیں تو اس لحاظ سے کہ ایک وہ خود ہوتا ہے ایک اس کی بیوی ہوتی ہے اور تین اسکے بچے ہوتے ہیں۔ مگر ایک کو پانچ ہم اُسی وقت گن سکتے ہیں جب اسکے تین چار بچے ہمارے ہو جائیں۔ لیکن جب ماں صحیح تعلیم حاصل نہیں کرتی اور اپنے بچوں کی صحیح تربیت نہیں کرتی تو وہ تین ہمارے نہیں ہو سکتے بہر حال کسی اَور کے ہوں گے۔ اتفاقی طور پر ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی بچے کی اپنے باپ سے زیادہ محبت ہوتی ہے اور وہ اسے اپنے ساتھ جمعہ میں بھی لاتا ہے، درس میں بھی لاتا ہے، تقاریر میں بھی لاتا ہے، وعظ و نصیحت کی مجالس میں بھی لاتا ہے اور اس طرح وہ دین کا خادم بن جاتا ہے۔ چنانچہ کئی لوگ ایسے ہیں جن کی بیویاں سلسلہ کی سخت مخالف تھیں مگر ان کے بچے بڑے مخلص ہیں مگر یہ ایک اتفاقی حادثہ ہے اور اتفاقی حادثہ کو ہم قانون نہیں کہہ سکتے۔ قانون وہی ہوتا ہے جس کے ماتحت ہم وقت سے پہلے اندازہ لگا سکیں کہ یہ نتیجہ ظاہر ہو گا۔ جس شخص کی بیوی مخالف ہے ہم دس سال پہلے یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس کا لڑکا بڑا مخلص ہو گا۔ لیکن جس شخص کی بیوی مخلص ہے، ہم دس سال پہلے یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس کا لڑکا بھی مخلص ہو گا کیونکہ ماں دین کی واقف ہے۔

پس عورتوں کا دین کی تعلیم سے واقف ہونا نہایت ضروری ہے اور کم سے کم تعلیم جو کسی عورت کو

حاصل ہوسکتی ہے وہ جمعہ اور عیدین کے خطبات میں شامل ہوکر ہی حاصل ہوسکتی ہے۔ مثلاً یہی جو میرا خطبہ ہے اس میں سے اگر خالص امور عورتوں کے لئے نکالے جائیں تو کئی نکالے جاسکتے ہیں۔ مثلاً ایک امر میں نے یہی بیان کیا ہے کہ اسلام نے عورت کا اصل فرض اس کے بچوں کی تعلیم وتربیت رکھا ہے۔ آخر انعام کسی سخت کام پر ہی ملا کرتا ہے۔ عورتیں کہتی ہیں کہ یہ بڑا تلخ کام ہے کہ ہم گھر میں رہیں اور بچوں کی تعلیم وتربیت کا فرض ادا کریں۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ تلخ کام ہے تو تلخ کام پر ہی تو انعام ملا کرتا ہے۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ قیامت کے دن خدا تعالیٰ اس بات پر تمہیں انعام دے گا کہ تم نے کتنے سیر رس گُلّے کھائے تھے؟ اگر تم کہو گی کہ میں نے دس سیر رس گُلّے کھائے تھے تو خدا تعالیٰ اپنے فرشتوں سے کہے گا کہ لے جاؤ اِس عورت کو جنت کے اونچے طبقہ میں کیونکہ اس نے بڑے رس گُلّے کھائے تھے۔ پھر ایک غریب عورت اس کے سامنے پیش ہوگی اور وہ پوچھے گا بتاؤ تم نے کتنے رس گُلّے کھائے؟ اور وہ کہے گی خدایا! میں نے تو ایک دن صرف ایک رس گُلّا چکھا تھا۔ اس پر خدا کہے گا لے جاؤ اس کو جنت کے ادنیٰ طبقہ میں کیونکہ اس نے صرف ایک رس گُلّا چکھا تھا۔ پھر ایک اَور عورت پیش ہوگی اور خدا اس سے پوچھے گا کہ بتاؤ تم نے کتنے رس گُلّے کھائے؟ اور وہ کہے گی خدایا! میں نے تو رس گُلّے کی کبھی شکل تک نہیں دیکھی۔ اس پر خدا کہے گا ڈالو اس کمبخت کو دوزخ میں کیونکہ اس نے رس گُلّا دیکھا تک نہیں۔ اب یا تو یہ سمجھو کہ قیامت کے دن ان بنیادوں پر فیصلہ ہوگا۔ اور اگر تم سمجھتی ہو کہ ان باتوں پر خدا تعالیٰ کے انعامات نہیں ملیں گے بلکہ قربانیوں کے مطابق انعام ملیں گے تو اگر یہ صحیح ہے کہ عورت کی یہ زندگی بہت تکلیف دہ ہے تو اس کے معنے یہ ہیں کہ عورت کا انعام بھی بہت بڑا ہے۔

بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ مرد اپنے لئے اَور قانون بنا لیتے ہیں اور عورت کے لئے اَور قانون بنا دیتے ہیں۔ اول تو یہ صحیح نہیں کیونکہ قرآن خدا تعالیٰ کا کلام ہے اور یہ قانون ہمارا نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا بنا ہوا قانون ہے۔ دوسرے دنیا میں ہر شخص اَوروں کے متعلق یہ سمجھتا ہے کہ وہ آرام میں ہیں اور اپنے متعلق یہ سمجھتا ہے کہ میں سب سے زیادہ تکلیف اٹھا رہا ہوں۔ مرد کے ذمہ جو کمائی کی ذمہ داری ڈالی گئی یہ کوئی معمولی ذمہ داری نہیں۔ ایک غریب آدمی جس کی کچھ بھی تعلیم نہیں ہوتی کس طرح رات اور دن ایک کر دیتا ہے صرف اس لئے کہ وہ ایک یا دو روٹیاں اپنے بیوی بچوں کے لئے مہیا کرے۔ پھر وہ روزی کمانے کے لئے لڑائیوں میں جاتا ہے اور موت کے منہ میں اپنے آپ کو ڈال دیتا ہے۔ بے شک

اُس وقت عورت بھی تکلیف پاتی ہے کیونکہ مرد اُس کے پاس نہیں ہوتا مگر مرد بھی اُتنی ہی تکلیف اٹھا رہا ہوتا ہے کیونکہ اس کی عورت اس کے پاس نہیں ہوتی۔ پھر عورت اُن مشکلات میں سے نہیں گزرتی جن مشکلات میں سے مرد گزر رہا ہوتا ہے۔ وہ توپوں کے گولوں کے سامنے جاتا ہے، رائفلوں کی گولیاں اپنے سینے پر لیتا ہے، مائنز (Mines) پر سے گزرتا ہے اور اس کی غرض کیا ہوتی ہے؟ صرف اتنی ہوتی ہے کہ میری بیوی اور بچے گزارہ کر سکیں اور اُن کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ غرض وہ تمام مشکلات جن میں سے کہ مرد گزرتا ہے اُن کا خلاصہ صرف اتنا ہوتا ہے کہ میری بیوی کو روٹی ملتی رہے اور میرے بچے بھوکے نہ رہیں۔ پس ہر شخص کی تکلیف اپنے اپنے رنگ کی ہوتی ہے۔ یہ کہنا کہ دوسروں کو تکلیف کم ہے اور میری تکلیف زیادہ ہے نادانی ہوتی ہے۔

مردوں میں بھی بعض ایسے کند ذہن ہوتے ہیں جو کہہ دیتے ہیں کہ عورتوں کا کام ہی کیا ہے۔ گھروں میں آرام سے بیٹھی رہتی ہیں حالانکہ اگر دونوں کی زندگی بدل دی جائے عورت سے کہا جائے کہ باہر نکل آئے اور مرد سے کہا جائے کہ گھر میں بیٹھ رہے تو عورت فوراً کہہ دے گی کہ میں تو گولی کے آگے جانے کے لئے تیار نہیں اور مرد فوراً کہہ دیں گے کہ ہم تو گھر میں بیٹھنے کے لئے تیار نہیں۔ پس یہ جاہل مردوں کا طریق ہے کہ وہ کہہ دیتے ہیں کہ عورت کا کوئی کام ہی نہیں۔ گھر کی چاردیواری کے اندر قید ہو جانا کوئی معمولی بات نہیں ہوتی۔ اسی طرح لڑائیوں میں جانا اور گھر کے اخراجات اور کھانے پینے کی ذمہ داریوں کو اٹھانا کوئی معمولی بات نہیں ہوتی۔

میں مانتا ہوں کہ کچھ مرد ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنی ذمہ داری کو نہیں سمجھتے۔ کما کر لاتے ہیں پندرہ روپے اور پھر بیوی سے کہتے ہیں کہ وہ انہیں پراٹھے بھی کھلائے اور بُھنا ہوا گوشت بھی دے۔ اور اگر وہ نہیں دیتی تو جُوتی لے کر اس کے سر پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ اتنے روپوں میں میری بیوی اور بچوں کے لئے دال بھی بچتی ہے یا نہیں۔ پس ہیں ایسے مرد لیکن ایسی عورتیں بھی ہیں جو بے ایمان اور بدکار ہوتی ہیں اور اپنے گھر میں نہیں ٹھہرتیں۔ سارا دن اِدھر اُدھر آوارہ پھرتی رہتی ہیں۔ پس مرد بھی ایسے نالائق موجود ہیں جو تھوڑی سی کمائی کر کے ساری اپنے ہی پیٹ میں ڈالنا چاہتے ہیں اور عورتیں بھی ایسی ہیں جو گھروں میں نہیں بیٹھتیں اور آوارہ پھرتی رہتی ہیں۔ پس جہاں تک قانون شکنی کا سوال ہے عورت میں ہی نہیں مرد میں بھی ہے اور مرد میں ہی نہیں عورت میں بھی ہے اور جہاں تک محنت

اور قربانی کا سوال ہے مرد کی قربانی بھی کچھ کم نہیں ۔ اور عورت کی قربانی بھی کچھ کم نہیں دونوں یکساں ہیں۔ میں ساڑھے تین مہینے بیمار رہ کر چارپائی پر پڑا رہا ہوں۔ میں خبر نہیں کیا کچھ قربانی کرنے کے لئے تیار ہو جاتا اگر اس قربانی کے نتیجہ میں مجھے باہر نکلنے کا موقع مل جاتا۔ پس عورت کی قربانی معمولی نہیں۔ جو شخص اسے کم سمجھتا ہے وہ بھی بیوقوف ہے اور جو عورت مرد کی قربانی کو کم سمجھتی ہے وہ بھی بیوقوف ہے۔ دونوں کے لئے خدا تعالیٰ نے یکساں قربانی رکھی ہے اور دونوں قربانیاں اپنی اپنی جگہ ضروری ہیں۔ بنیے کو دیکھ لو کس طرح وہ اسی لالچ اور حرص میں ایک چھوٹی سی دکان میں اپنا سارا دن گزار دیتا ہے اور اِدھر اُدھر چلنے کا نام تک نہیں لیتا۔ عورت کے چلنے پھرنے کے لئے تو پھر بھی پندرہ بیس فٹ کا صحن ہوتا ہے مگر وہ پانچ فٹ کے چبوترہ پر ہی بیٹھا رہتا ہے اور ذرا بھی اِدھر اُدھر نہیں جاتا اس لئے کہ کہیں پیسے یا دھیلے کا سَودا نہ رہ جائے۔ پس اس رنگ کی قربانیاں مرد بھی کرتے ہیں صرف عورتوں سے ہی مخصوص نہیں۔ پھر کیا یہ قید گھر کی چار دیواری میں بیٹھے رہنے سے کچھ کم ہے کہ ایک سپاہی دھوپ کی حالت میں سڑک پر کھڑا ہاتھ دے رہا ہوتا ہے۔ کبھی اِس طرف اشارہ کرتا ہے اور کبھی اُس طرف۔ دھوپ پڑ رہی ہے، پسینہ بہہ رہا ہے مگر وہ اسی حالت میں برابر چاروں طرف دیکھتا ہے اور کبھی اِس گاڑی کو کھڑا کرتا ہے اور کبھی اُس گاڑی کو۔ عورت کو اُس مقام پر کھڑا کر دو تو دو گھنٹہ میں ہی اُسے سمجھ آ جائے کہ مرد بھی قربانی کر رہے ہیں۔

درحقیقت خدا تعالیٰ نے مرد اور عورت کے الگ الگ کام اور الگ الگ قربانیاں مقرر کی ہیں مگر یہ تبھی مفید ثابت ہو سکتی ہیں جب اپنے فرائض کو صحیح طور پر سمجھا جائے۔ عورت گھر میں بیٹھے اور بچوں کی تعلیم و تربیت کا انتظام کرے۔ اگر وہ گھر میں تو رہتی ہے مگر بچوں کی تربیت کا کام نہیں کرتی تو وہ محض قید میں اپنے دن گزارتی ہے۔ اِسی طرح اگر مرد باہر پھرتا ہے مگر وہ اپنے بیوی بچوں کے لئے صحیح طور پر کمائی نہیں کرتا تو وہ صرف آوارہ گردی کر رہا ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ عورت گھر میں قید ہوتی ہے مگر اُسی وقت جب وہ بچوں کی تربیت سے غافل ہوتی ہے۔ اگر غافل نہیں تو وہ قید نہیں بلکہ وہ کام کر رہی ہے۔ فوج کا سپاہی جو محاذِ جنگ پر جاتا ہے وہ بعض دفعہ میلوں میل مارچ کرتا چلا جاتا ہے اور ڈاکٹر چوبیس گھنٹے ہسپتال کے ایک کمرے میں جاگ رہا اور کام کر رہا ہوتا ہے۔ تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ سپاہی تو کام کر رہا ہے مگر ڈاکٹر کا کوئی کام نہیں۔ بلکہ دنیا اس ڈاکٹر کے کام کو زیادہ وقعت دیتی ہے کیونکہ اُس کا ایک جگہ بیٹھا رہنا اور رات دن کام میں مشغول رہنا زیادہ قربانی ہوتی ہے۔ پھر باہر کا آدمی بھی بعض دفعہ ایسے کام پر مقرر ہوتا

ہے جس میں بڑی دلیری اور جرأت اور بہادری کی ضرورت ہوتی ہے۔ اُس وقت گھر میں بیٹھنے والا اُس باہر پھرنے والے آدمی کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ مثلاً جاسوسی کا کام ہی ہے اس کے لئے بڑی ہوشیاری اور بڑی جرأت اور دلیری کی ضرورت ہوتی ہے۔ لارنس ایک انگریز تھا جو عرب میں گیا اور اُس نے جاسوسی کے ذریعہ وہاں کے بڑے بڑے راز معلوم کئے۔ وہ ایک معمولی آدمی تھا۔ جب گیا ہے تو کیپٹن یا میجر کے عہدہ پر کام کرتا تھا مگر بعد میں قوم کا لیڈر بن گیا کیونکہ اس نے دنیا کے چکر کاٹے۔ مگر آوارگی کے لئے نہیں بلکہ اپنی قوم کو فائدہ پہنچانے کے لئے۔ تو گھر میں بیٹھنے والی عورت اگر کوئی کام نہیں کر رہی تو وہ قید ہے اور باہر پھرنے والا مرد اگر کوئی کام نہیں کر رہا تو وہ آوارہ ہے۔ اصل بات جو دیکھنے والی ہوتی ہے یہ ہے کہ جو کام کسی کے سپرد کیا گیا ہے اُس کو وہ کس حد تک سرانجام دے رہا ہے۔

پس اگر ہماری عورتوں کو اس طرح تعلیم نہیں دی جاتی کہ وہ اپنے بچوں کی تربیت کے فرائض کو صحیح طریق پر سرانجام دے سکیں تو ان کی یہ بات ٹھیک ہے کہ انہیں چار دیواری میں قید کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ ان کی تعلیم کے لئے کوئی موقع ہی پیدا نہیں کیا جاتا۔ یہی چھوٹی سی بات دیکھ لو آپ کی مسجد میں پانچویں یا چھٹے حصہ کے برابر عورتوں کی گنجائش ہے۔ حالانکہ عورتیں مردوں سے نصف ہیں اور پھر بچے بھی ان کے ساتھ ہوتے ہیں۔ تین چار سال کا بچہ تو ضرور اپنی ماں کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔ پس ان کے لئے جگہ مردوں سے کم نہیں بلکہ زیادہ ہونی چاہیے۔ مگر آپ نے ان کے لئے اتنی جگہ رکھی ہے کہ اگر باری باری عورتیں آئیں تو آٹھویں دسویں دفعہ ایک عورت آسکتی ہے۔ پھر تعلیم وہ کہاں حاصل کرسکتی ہیں اور دین کی واقفیت انہیں کس طرح ہوسکتی ہے۔ ابھی ہمیں ایسی سہولتیں میسر نہیں کہ ہم ہر جگہ قرآن کریم کا درس جاری کرسکیں جیسا کہ قادیان میں ہوا کرتا تھا اور جیسا کہ ربوہ میں انشاءاللہ ہو جائے گا۔ لیکن اگر ہم اس بات پر قادر نہیں کہ ہر جگہ ایسا انتظام کرسکیں تو کم سے کم جمعہ کا ایک خطبہ تو عورت کو سننے کا موقع دینا چاہیے۔ اگر تم کسی کو دو وقت کا کھانا اور ناشتہ نہیں دے سکتے تو تمہیں کم از کم چوبیس گھنٹہ میں ایک روٹی تو دینی چاہیے۔ اگر عورتوں کو روزانہ دین سکھانے کا ابھی تمہارے پاس کوئی ذریعہ نہیں تو کم سے کم یہ تو کرو کہ ہفتہ کا ایک خطبہ انہیں سننے کا موقع دو۔ مگر وہ خطبہ کس طرح سن سکتی ہیں اور کونسا ذریعہ ہے جس سے کام لے کر وہ یہاں آسکتی ہیں۔ میں تو سمجھتا ہوں عورتوں کے لئے جو جگہ ہے وہ مردوں کی جگہ کا شاید دسواں حصہ ہوگا۔ گرمیوں میں مَیں نے سنا ہے کہ بعض عورتیں بے ہوشی کے قریب پہنچ جاتی ہیں اور بعض

بے ہوش بھی ہو جاتی ہیں۔ایک طرف دینی تعلیم کے مواقع بہم نہ پہنچانا اور دوسری طرف یہ امید رکھنا کہ وہ تربیت کے فرائض نہایت عمدگی سے سرانجام دیں بالکل بے جوڑ بات بن جاتی ہے۔ جب تعلیم ان میں ہے ہی نہیں، جب تربیت کے مواقع ہی ان کے لئے پیدا نہیں کئے جاتے تو وہ دوسروں پر کیا اثر ڈالیں گی۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ اگر عورتوں کے اندر بیداری پیدا کر دی جائے اور انہیں دین سے واقف کیا جائے تو وہ اپنے مردوں کو نہایت آسانی کے ساتھ راہِ راست پر لاسکتی ہیں۔

کوئٹہ میں مَیں نے ایک دفعہ تقریر کی جس میں کئی فوجی افسر بھی شامل ہوئے۔ دو تین فوجی افسر تو تقریر سے اتنے متاثر ہوئے کہ واپسی پر وہ آپس میں یہ باتیں کرتے گئے کہ ہم نے تو اَب احمدی ہو جانا ہے کیونکہ صداقت ہم پر کُھل گئی ہے۔ یہ بات شیطان نے اُن کی بیویوں تک بھی پہنچا دی۔ ان فوجی افسروں میں سے ایک نے چند دنوں کے بعد ہمارے ایک دوست سے کہا کہ میری بیوی نے مجھے بُلا کر کہا کہ یہ لوگ کافر اور خدا تعالیٰ کے منکر ہیں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی نہیں مانتے اور تم ان کے گھر گئے ہو!! پہلے مجھے طلاق دے دو اور پھر ان کے پاس جایا کرو۔ یہ بات سنا کر اس احمدی دوست سے اُس نے کہا کہ آئندہ میں تم سے مل نہیں سکوں گا۔ اب دیکھو یہ نتیجہ اِس بات کا تھا کہ عورت نے ہمارے متعلق کوئی صحیح بات سنی ہی نہ تھی۔ ملّاں نے اس کے کان میں جو کچھ ڈال دیا اسے اُس نے پلّے باندھ لیا۔ عورت سنتی کم ہے مگر جتنی بات سنتی ہے اُسے ایسی گرہ دیتی ہے کہ اُس سے اِدھر اُدھر نہیں ہوتی اور مرد سنتے زیادہ ہیں مگر باتوں کو گرہ کم دیتے ہیں۔

ہماری نانی کی ایک بھاوج تھیں ہم دہلی جاتے تھے تو انہی کے گھر میں رہتے تھے۔ ان میں تعصب بہت زیادہ تھا۔ ایک دفعہ ان کے بھائی آ گئے وہ حیدر آباد میں رہتے تھے مگر کبھی کبھی دہلی آ جاتے تھے اور میں اتفاقاً اُن دنوں دہلی گیا ہوا تھا اور نانی کے گھر میں ٹھہرا ہوا تھا۔ انہوں نے آتے ہی پوچھا کہ یہ بچہ کون ہے؟ انہوں نے بتایا کہ تمہاری فلاں بھانجی کا بیٹا اور ہمارا نواسہ ہے۔ وہ میرے پاس بیٹھ گئے اور پوچھنے لگے کہ قادیانیت کیا شے ہے؟ تمہیں کچھ علم ہو تو بتاؤ۔ میں نے اپنے علم کے مطابق وفاتِ مسیح اور ختمِ نبوت وغیرہ کے متعلق دلائل دیئے اور ایک دو آیتیں بھی پیش کیں۔ وہ آدمی نرم مزاج اور شائستہ طریق کے تھے باتیں سن کر کہنے لگے کہ تمہاری باتیں تو سب ٹھیک ہیں پھر مولوی کیوں مخالفت کرتے ہیں؟ اتنے میں ہماری نانی بڑے غصہ سے آئیں اور اپنے بھائی سے کہنے لگیں اس کا تو دماغ خراب ہے تمہارا ابھی

دماغ خراب ہو چکا ہے کہ اس کو اَور بگاڑ رہے ہو۔ اب نہ احمدیت کے متعلق انہوں نے کبھی تحقیق کی نہ کبھی غور کیا اور اپنے بھائی کو ڈانٹنا شروع کر دیا کہ تم اس کو بگاڑ رہے ہو۔

ہماری انہی نانی کا ایک اَور واقعہ بھی بعض عزیزوں نے سنایا۔ ایک دفعہ حیدرآباد میں عورتوں کے لئے ایک نمائش منعقد ہوئی۔ سیٹھ عبداللہ بھائی کی بیوی نے بھی نمائش گاہ میں سلسلہ کی کتابوں کی ایک دکان کھول لی۔ وہاں نوابوں، رؤساء اور افسروں کی بیویاں آتیں اور وہ انہیں سلسلہ کی کتابیں پیش کرتیں۔ چونکہ یہ رئیس خاندان ہے اس لئے ان کے رؤساء کے ساتھ گہرے تعلقات ہیں۔ جب ان کے خاندانوں کی مستورات وہاں آتیں تو سیٹھ عبداللہ بھائی کی بیوی انہیں بتاتیں کہ یہ احمدیت کی کتابیں ہیں اور ان میں یہ یہ لکھا ہے اور پھر کچھ کتابیں ان کو تحفۃً دے دیتیں تا کہ وہ گھر پر ان کا مطالعہ کریں۔ ایک دفعہ کسی نواب کی بیوی وہاں آئیں اور ان کے ساتھ ہماری نانی بھی تھیں کیونکہ ان کے بچے وغیرہ سب حیدرآباد رہتے تھے اور یہ بھی دلی سے حیدرآباد آ گئی ہوئی تھیں۔ سیٹھ عبداللہ بھائی کی بیوی نے اس نواب کی بیوی کو بھی تبلیغ کی اور بتایا کہ احمدیت کیا چیز ہے اور جاتے ہوئے ایک کتاب بھی تحفۃً دے دی۔ چند دنوں کے بعد جو پھر اس نواب کی بیوی کو سیٹھ عبداللہ بھائی کی بیوی سے ملنے کا اتفاق ہوا تو وہ کہنے لگی کہ وہ جو میرے ساتھ دلّی والی خاتون تھیں انہوں نے تو مجھے ایک عجیب بات بتائی۔ جب ہم یہاں سے واپس گئیں تو وہ مجھے کہنے لگیں کہ تم نے اپنا وقت کیوں ضائع کیا۔ میری تو اپنی بھانجی ان کے ہاں بیاہی ہوئی ہے۔ دکان ہے دکان، مذہب تھوڑا ہی ہے۔ یوں دنیوی طور پر وہ ہم سے بڑی محبت کرتی تھیں۔ بات صرف اتنی تھی کہ مولوی نے ان کے کان میں یہ ڈال رکھا تھا کہ یہ محض ایک دکانداری ہے۔ ان کی ہمارے ساتھ رشتہ داری بھی تھی، تعلق بھی تھا۔ بعض ایسے رشتہ دار بھی تھے جو ہم سے بات تک نہیں کرتے تھے۔ مگر وہ ایسی تھیں کہ ہم دلّی جاتے تو انہیں کے گھر میں ٹھہرتے۔ مگر ان کے دل میں یہی یقین تھا کہ یہ ایک دکان ہے۔ مکہ میں بھی دیکھ لو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار آپ کے متعلق یہی کہا کرتے تھے کہ اس نے ایک دکان کھول رکھی ہے۔

یہ واقعات بتاتے ہیں کہ عورتیں جو باتیں سنتی ہیں اُسے ایسا پختہ باندھ لیتی ہیں کہ ان کو اس سے ہٹانا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ اور وہ فائدہ جو اِن کی پختگی کا ہے اس سے دین بھی فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ آخر وجہ کیا ہے کہ عورت کی پختگی سے شیطان تو فائدہ اٹھائے اور خدا فائدہ نہ اٹھائے۔ اگر وہ نہیں اُٹھاتا تو یہ

محض ہماری سُستی کا نتیجہ ہے کہ ہم عورتوں کو تعلیم نہیں دیتے اور ان کے لئے ایسے مواقع بہم نہیں پہنچاتے کہ وہ دین سے اچھی طرح آ گاہ ہوسکیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ایک صاف ورق کی طرح ہوتی ہیں اور دشمن کے لئے موقع ہوتا ہے کہ وہ جو چاہے اس پر لکھ دے۔ اگر ہم ان کے دلوں پر دین کو اچھی طرح نقش کر دیں تو وہ ایسی مضبوط ثابت ہوں کہ مردوں سے بھی اپنے ایمان میں بڑھ جائیں۔ ایسے کئی واقعات ہوئے ہیں کہ مرد کو ٹھوکر لگی ہے مگر عورت مخلص رہی ہے اور آخر عورت اپنے خاوند کو بچا کر لے آئی ہے۔ اس کے مقابلہ میں عورتوں کی عام حالت یہ ہے کہ چونکہ ان میں دینی تعلیم کم ہے اگر ان کے خاوند کسی وقت مُرتد ہوتے ہیں تو ساتھ ہی وہ بھی مرتد ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ آج تک جتنے لوگ مرتد ہوئے ہیں اُن کے ساتھ ہی اُن کی بیویاں بھی مرتد ہوتی رہی ہیں۔ اس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ اُن کا ایمان محض رسمی تھا۔ اس کے مقابلہ میں جہاں صحیح ایمان تھا وہاں بعض عورتوں نے اپنے خاوندوں کا اتنا سخت مقابلہ کیا کہ آخر انہیں دین کی طرف واپس لے آئیں۔ لیکن جہاں بھی عورت کی دینی تعلیم کم تھی وہاں خاوند کو ٹھوکر لگی تو ساتھ ہی عورت بھی ٹھوکر کھا گئی۔ خاوند کو تو کہیں نوکری کی وجہ سے ٹھوکر لگتی ہے۔ کہیں کسی مقدمہ کی وجہ سے ٹھوکر لگتی ہے کہیں کوئی اور باعث ہوتا ہے مگر جس رات وہ مرتد ہوتا ہے اُسی رات اس کی بیوی کا ایمان بھی خراب ہو جاتا ہے۔ پس ضروری ہے کہ عورتوں کو دینی تعلیم سے واقف کیا جائے۔ مگر اس مسجد میں لاہور کی موجودہ جماعت کی عورتوں کو تعلیم نہیں دی جاسکتی بلکہ ہفتہ کا ایک خطبہ بھی وہ نہیں سن سکتیں۔ پس ضروری ہے کہ ہمارے پاس اس مسجد سے بڑی مسجد ہو اور ضروری ہے کہ یہاں کے مقامی مبلغ لجنہ اماء اللہ کو توجہ دلا کر ایسا انتظام کریں کہ عورتوں کو دینی تعلیم دی جاسکے۔ وہ ان کے سامنے نبوت، وفاتِ مسیح، صداقتِ مسیح موعود اور موجودہ زمانہ کے اہم مسائل پر تقریریں کریں اور پھر سادہ اور آسان الفاظ میں ان کو نوٹ لکھوائیں تا کہ وہ ان کو یاد رکھیں اور ضرورت کے وقت ان سے فائدہ اٹھا سکیں۔ میں سمجھتا ہوں اگر اس رنگ میں عورتوں کو تعلیم دی جائے، ان کے سامنے تقریریں کی جائیں اور انہیں مختلف مسائل پر نوٹ لکھوائے جائیں تو تھوڑے ہی دنوں میں عورتوں کی تبلیغ مردوں سے آگے نکل جائے۔ اور اگر عورتوں میں ہمارا تبلیغی اثر پہنچ جائے تو مرد خود بخود سلسلہ کی طرف توجہ کرنے پر مجبور ہوں گے۔

ایک سال کا عرصہ ہوا ایک افسر مجھے ملنے کے لئے آئے۔ انہوں نے مجھے پیغام بھجوایا کہ میں نے اور میری بیوی نے اکٹھا ملنا ہے۔ میں نے کہا آجایئے۔ وہ آئے اور ملے۔ وہ اُس وقت مہاجرین کے

کسی کیمپ پر لگے ہوئے تھے انہوں نے بتایا کہ میری بیوی نے آپ کے سلسلہ کا لٹریچر پڑھا ہے۔ یہ یاد نہیں رہا کہ انہوں نے یہ کہا کہ انہوں نے خود ہی سلسلہ کی کتابیں منگوا کر پڑھنی شروع کیں یا یہ کہا کہ ان کے کسی رشتہ دار نے انہیں لٹریچر دیا۔ بہرحال انہوں نے بتایا کہ یہ احمدیت سے بہت متاثر ہیں اور ان کی ہمیشہ یہی کوشش رہتی ہے کہ احمدی مہاجرات کو کسی کام پر لگایا جائے اور اس بارہ میں یہ ہمیشہ کام کرتی رہی ہیں۔ مگر اب بعض افسر مخالفت کرتے ہیں اس لئے انہوں نے چاہا ہے کہ آپ کو یہ تحریک کی جائے کہ آپ کوئی اپنا کارخانہ کھولیں۔ کام سکھانے والے آدمی ہم دیں گے اور آپ کی جماعت کی عورتوں کو کام سکھائیں گے۔ اب دیکھو اس عورت میں یہ جوش تھا کہ احمدی عورتوں کی مدد کی جائے۔ مگر یہ جوش اس کے دل میں اس لئے پیدا ہوا کہ سلسلہ کا لٹریچر اس نے پڑھا اور وہ احمدیت کو سمجھنے لگی۔ اسی طرح کراچی میں ایک دوست ملے انہوں نے کہا کہ میں نے آپ کا لٹریچر پڑھا ہے اور سلسلہ کی بہت سی کتابیں بھی میں دیکھ چکا ہوں۔ میں نے کہا آپ فرمائیں تو آپ کو انگریزی ترجمۃ القرآن کی ایک کاپی بھجوا دوں؟ وہ کہنے لگے آپ کے لٹریچر کی میری بیوی بہت شائق ہے اور وہ اردو جانتی ہے اس لئے آپ اردو لٹریچر بھجوائیے ورنہ اُسے گِلہ رہے گا کہ میرے لئے کوئی لٹریچر نہیں منگوایا۔ تو عورتوں کی تعلیم کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مرد بھی دین کی طرف توجہ کرنے لگ جاتے ہیں۔

یہ جو آئے دن لوگوں کو ٹھوکریں لگتی رہتی ہیں یہ اس بات کا نتیجہ ہوتی ہیں کہ انہوں نے احمدیت کا صحیح مطالعہ نہیں کیا ہوتا۔ اگر احمدیت کا صحیح طور پر مطالعہ ہو تو اس کے بعد اگر مرد کو ٹھوکر لگے تو عورت اسے سمجھا سکتی ہے۔ اور اگر مرد کا صحیح مطالعہ ہو اور عورت کو ٹھوکر لگے تو وہ اپنی عورت کو سمجھا سکتا ہے۔ اب ایک کا مطالعہ صحیح نہیں ہوتا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب ان میں سے کسی ایک کو ٹھوکر لگتی ہے تو دوسرا اس کے پیچھے چل پڑتا ہے۔ مگر پہلی چیز مسجد کی وسعت ہے۔ جب تک مسجد وسیع نہ ہو جائے وہ خطبہ جو ہفتہ میں ایک دفعہ دینا پڑتا ہے اس کے سننے سے بھی عورتیں محروم رہیں گی۔ تمہارا مبلغ بیمار ہے تو وہ درس بند کر سکتا ہے۔ تمہارا مدرّس بیمار ہے تو وہ سبق بند کر سکتا ہے مگر جمعہ کا خطبہ بند نہیں ہو سکتا۔ ایک بیمار ہو تو دوسرا کھڑا ہو جائے گا دوسرا بیمار ہو تو تیسرا کھڑا ہو جائے گا کیونکہ یہ ایک الٰہی حکم ہے جس کو بہرحال پورا کرنا ہوتا ہے۔ پس اِس چیز سے عورت کو محروم کرنا جماعت کے نظام کو توڑنے کے مترادف ہے۔ پس کوشش کیجئے کہ جلد سے جلد آپ ایک بڑی جامع مسجد لاہور میں تیار کر سکیں۔

میں نے ہمیشہ کہا ہے کہ لاہور میرا دوسرا وطن ہے یہیں میری پہلی شادی ہوئی ہے اور اس وجہ سے میں بڑی کثرت سے لاہور آیا جایا کرتا تھا۔ پس لاہور سے مجھے محبت ہے۔ مگر جو نقص ہے وہ بہرحال نقص ہے اور اس کو جماعت کی اصلاح کے لئے بیان ہی کرنا پڑتا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے یہاں کی جماعت میں تبلیغ کا وہ احساس نہیں دیکھا جو کوئٹہ اور کراچی کے لوگوں میں مَیں نے دیکھا ہے۔ یہاں ہمارے دل میں کبھی خودخواہش ہوتی ہے کہ جماعت کوئی تقریب پیدا کرے تا کہ دوسروں سے ہم مل سکیں۔ مگر جماعت نے اس طرف کبھی توجہ نہیں کی۔ میں سمجھتا ہوں لاہور میں دوسال رہ کر بھی ہم اتنے لوگوں سے واقف نہیں ہو سکے جتنے لوگوں سے بیس دن کراچی رہ کر ہم واقف ہوئے ہیں یا جتنے لوگوں سے تین مہینے کوئٹہ رہ کر ہم نے واقفیت پیدا کی ہے۔ وہاں کی جماعت میں جوش تھا کہ کسی طرح تبلیغ کے زیادہ سے زیادہ مواقع پیدا کئے جائیں۔ کہیں دعوتیں دے رہے ہیں، کہیں چائے پر بلا رہے ہیں، کہیں جلسہ تجویز کر رہے ہیں اور اگر میں بیمار ہوں تو میرے ساتھیوں کو لے جا رہے ہیں اور آٹھ آٹھ دس دس آدمیوں کو تبلیغ کرا رہے ہیں اور ان سے اپنے دوستوں کو ملوا رہے ہیں۔ پھر جو موقع بھی نکلے اُس سے فائدہ اٹھانے کے لئے وہ تیار نظر آتے تھے۔ عصر کے بعد کوئی اچھا موقع ہے تو عصر کے بعد دوستوں کو لا رہے ہیں، ظہر کے بعد کوئی اچھا موقع ہے تو ظہر کے بعد لا رہے ہیں، دوپہر کو کوئی اچھا موقع ہے تو دوپہر کو لا رہے ہیں۔ غرض سینکڑوں آدمیوں سے چند دنوں میں ہی میں واقف ہو گیا۔ میں سمجھتا ہوں کوئٹہ میں دعوتوں، پارٹیوں اور انفرادی ملاقاتوں کو ملا کر تین ماہ میں کوئی چھ سات سَو نیا آدمی ہمیں ملا ہوگا جن میں سے اکثر افسر اور عہدیدار تھے اور اس طرح ان سے ہماری واقفیت ہوئی۔ اِسی طرح کراچی میں ہم اٹھارہ اُنیس دن رہے ہیں۔ ان اٹھارہ اُنیس دنوں میں جتنے آدمیوں سے ہماری واقفیت ہوئی۔ لاہور میں اتنے آدمیوں سے دوسال میں بھی واقفیت نہیں ہوئی۔ بعض جگہ انہوں نے سَو سَوا سَو آدمی بُلایا، بعض جگہ چالیس چالیس پچاس پچاس آدمی بُلائے اور بعض جگہ آٹھ دس آدمی بھی تھے۔ فوجیوں نے بھی دو پارٹیاں کیں۔ ڈرگ روڈ میں جو فوجی رہتے تھے انہوں نے الگ پارٹی کی اور ملیر میں جو فوجی رہتے تھے انہوں نے الگ پارٹی کی۔ پھر ہر ایک نے اس بات کا انتظام کیا کہ لوگ مختلف سوالات کریں۔ جہاں وہ نہیں بولتے تھے وہاں آپ سوال کر کے بات شروع کر دیتے تھے۔ اِس کا اثر یہ ہوا کہ جن لوگوں میں تعصب اور مخالفت کا مادہ تھا اور سمجھتے تھے کہ اگر ہم نے ان کو کھانے یا

چائے پر بلایا تو لوگ ہمیں بُرا سمجھیں گے انہوں نے جب سنا کہ لوگوں کا انہیں دعوتوں میں بُلانا عیب نہیں سمجھا گیا بلکہ ایک خوبی سمجھی گئی ہے تو ان کے دل میں بھی خواہش پیدا ہوئی کہ ہم انہیں کھانے پر مدعو کریں۔

ہم جب کراچی پہنچے ہیں تو ایک غیر احمدی تاجر کے متعلق مجھے بتایا گیا کہ وہ کھانے پر بلانا چاہتے ہیں مگر انہوں نے وقت نہیں بتایا، پھر بتائیں گے۔ میں نے کہا بہت اچھا۔ وہ ہندوستان سے آئی ہوئی ایک تاجر قوم کے دو فرد تھے دونوں نے دعوت دی مگر ایک نے تاریخ بتا دی اور دوسرے نے نہ بتائی۔ جس نے تاریخ بتا دی تھی میں اُس کے ہاں گیا۔ وہاں بہت سے قوم کے سرکردہ جمع تھے جنہوں نے مختلف سوالات کئے اور میں نے ان کے جوابات دیئے۔ دوسرا شخص ڈر گیا کہ اگر میں نے دعوت کی تو میری قوم کے لوگ کیا کہیں گے۔ میں بھی خاموش ہو گیا۔ اُن دنوں اَور بھی کئی لوگ دعوتیں دے رہے تھے۔ جس وقت ہمارے چلنے میں صرف دو تین دن رہ گئے تو ایک دوست نے ان کی طرف سے پیغام دیا کہ آپ میری دعوت کے لئے کوئی وقت مقرر کر دیجئے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ اسے اپنی قوم کے دوسرے آدمی کو دیکھ کر یہ احساس پیدا ہوا ہے کہ اس کی مخالفت تو ہوئی نہیں بلکہ سب اِس دعوت میں شریک تھے اس لئے اب میں بھی دعوت کر دوں۔ چنانچہ جب یہ پیغام مجھے ملا تو میں ہنس پڑا۔ پیغام دینے والے بھی سمجھ گئے اور وہ بھی ہنس پڑے اور کہنے لگے ہاں جی اس دعوت کا یہ نتیجہ ہے۔ پہلے تو وہ ڈر گئے تھے مگر جب انہوں نے سنا کہ سارے لیڈر وہاں موجود تھے اور آپس میں بڑی محبت اور پیار کی باتیں ہوتی رہیں تو انہیں اب رشک آیا ہے کہ میں تو رہ ہی گیا اور انہوں نے چاہا ہے کہ اب وہ بھی دعوت کر دیں۔ میں نے انہیں کہا کہ اب اسے کہہ دیں کہ اس دفعہ تم محروم ہی رہو گے کیونکہ میرے پاس اب کوئی وقت نہیں رہا۔ میں سمجھتا ہوں فوجی آفیسرز یعنی کیپٹن، میجر اور کرنل وغیرہ جو مجھے کراچی میں ملے اُن کی تعداد کسی صورت میں بھی ڈیڑھ سَو سے کم نہیں تھی۔ ان میں سے بعض نے کُھلے طور پر تبادلۂ خیالات کیا اور بعض نے کان میں باتیں کیں کیونکہ وہ دوسروں سے شرماتے تھے۔ اس طرح جو تاجر تھے میرے نزدیک وہ سَو سوا سَو ہوں گے جن سے کراچی میں مجھے ملنے کا موقع ملا۔ اِسی طرح گورنمنٹ کے آفیسرز چالیس پچاس ہوں گے۔ غرض ان کے اندر یہ حِس تھی کہ مجھ سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں مگر یہ حِس لاہور کی جماعت میں مجھے نظر نہیں آئی۔ ممکن ہے اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو کہ جو چیز روزانہ نظر آتی ہے اُس کی قدر کچھ کم ہو جاتی ہے۔ ہم دو سال یہاں رہے شروع میں جماعت نے یہ

سمجھا کہ اب تو یہ یہیں ہیں کسی دن فائدہ اُٹھالیں گے۔ پھر سمجھا کہ اب تو یہ جا ہی رہے ہیں ہم کس طرح فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ مگر اُن لوگوں نے سمجھا کہ یہ چند دن کے لئے آئے ہیں اِس لئے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھالینا چاہیے۔ کراچی میں تو میری حالت بھی ایسی نہیں تھی کہ میں بات کر سکتا۔ کوئٹہ میں تو صرف پیر کی درد تھی لیکن کراچی میں مجھے کھانسی کی مرض تھی پھر بھی ایک دن صبح دس بجے سے رات کے دس بجے تک ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ میرا گلا پک گیا اور بُرا حال ہوا۔ مگر ان کی رغبت جو تبلیغ کی طرف تھی اس سے بھی میں متاثر تھا۔ میں سمجھتا ہوں اگر میں کراچی نہ جاتا تو بہت جلد اچھا ہو جاتا۔ اب لاہور میں آیا ہوں تو سات دن کے بعد آج پہلی دفعہ بولا ہوں۔ اتنے دن مجھے آرام کے مل گئے۔ گو آج ہی میں گھر میں کہہ آیا تھا کہ اب پھر میری شامت آنے والی ہے کیونکہ میں خطبہ کے لئے چلا ہوں۔ بہرحال وقفہ کا طبیعت پر اچھا اثر پڑتا ہے۔ اگر کراچی میں مجھے وقفہ مل جاتا تو میں سمجھتا ہوں کہ کھانسی جلد دور ہو جاتی مگر پھر وہ مزا بھی نہیں آ سکتا تھا جو بیماری کی حالت میں کام کرنے پر مجھے وہاں آیا۔

قصہ مشہور ہے کہ سیالکوٹ کا ایک شخص جو لاہور میں کلرک تھا اسے سِل ہو گئی۔ جب اُس کی حالت زیادہ خراب ہو گئی تو وہ رخصت لے کر گھر چلا۔ گاڑی سے اتر کر وہ سڑک پر جا رہا تھا کہ اس نے دیکھا ایک پہلوان نے اپنے جسم پر تیل ملا ہوا ہے، سر منڈوایا ہوا ہے اور اپنی ٹنڈ پر مکھن ملا ہوا ہے۔ وہ دھوپ میں خوب چمک رہا ہے اور خود لٹک لٹک کر اور مچل مچل کر چل رہا ہے۔ اس نے جب پہلوان کو اس طرح اکڑ کر چلتے دیکھا اور اسے یہ بھی نظر آیا کہ اس نے سر منڈوایا ہوا ہے، مکھن ملا ہوا ہے اور سر چمک رہا ہے تو اسے شرارت سُوجھی اور اس نے آگے بڑھ کر اس کے سر پر زور سے انگلی ماری جس سے ٹن کی آواز پیدا ہوئی۔ پہلوان نے مُڑ کر دیکھا کہ شاید میرا کوئی دوست ہے جس نے مجھ سے یہ مذاق کیا ہے مگر وہاں دوست کہاں تھا اُسے ایک ایسا شخص نظر آیا جس کی ہڈی ہڈی اور جوڑ جوڑ الگ نظر آتا تھا اور سخت نحیف اور لاغر اور کمزور تھا۔ اسے یہ دیکھ کر سخت غصہ آیا اور اس نے اِس زور سے اُسے ٹھڈّا مارا کہ وہ اُچھل کر دور جا پڑا۔ پھر اس پر اُس نے بس نہ کی بلکہ لاتوں اور گھونسوں سے اسے مارنے لگ گیا۔ وہ مار کھاتا جاتا اور کہتا جاتا تھا کہ ”پہلوان جی! تُسیں کتنا بھی مار لو تہانوں اوہ مزا نہیں آ سکدا جو مینوں آیا ہے۔“ یعنی پہلوان صاحب! جتنا مار سکتے ہو مار لو مگر آپ کو وہ مزا نہیں آ سکتا جو مجھے آپ کے فرقدان[1] پر انگلی مارنے سے آیا تھا۔ تو اس میں شُبہ نہیں کہ اگر میں خاموش رہتا تو میری کھانسی اچھی ہو جاتی مگر اس

میں بھی شبہ نہیں کہ پھر وہ مزا نہ آتا جو اس تبلیغ میں مجھے آیا۔

بہرحال میں سمجھتا ہوں کہ چونکہ یہاں عورتوں کو اتنی تعلیم نہیں دی گئی کہ وہ اپنے خاوندوں اور رشتہ داروں کو بیدار رکھ سکیں اس لئے مرد اپنے کام کی طرف سے غافل ہیں اور تبلیغ کا پہلو بہت کمزور ہے۔ ہماری جماعت کے جو عہدیدار ہیں اُن کو بھی چاہیے اور جو مقامی مبلغ ہیں ان کو بھی چاہیے کہ وہ لجنہ اماء اللہ کو تحریک کر کے عورتوں کی تعلیم اور ان کی تربیت کا انتظام کریں۔ لجنہ میں بعض اچھی کارکن ہیں مگر مردوں کا تعاون نہ ہونے کی وجہ سے وہ پوری طرح کام نہیں کر سکتیں۔ کئی دفعہ وہ شکایت بھی کرتی ہیں کہ مرد ہمارے ساتھ تعاون نہیں کرتے۔ یہ اتنا بڑا شہر ہے کہ پردہ دار عورتوں کے لئے یہ بڑا مشکل ہے کہ وہ خود اپنے طور پر ایسے انتظامات کر سکیں۔ وہ محتاج ہیں اِس بات کی کہ مرد اُن کے جلسوں وغیرہ کی اطلاعیں دوسروں تک پہنچائیں۔ وہ محتاج ہیں اِس بات کی کہ مرد اپنی عورتوں کو جلسہ میں بھجوانے کے سلسلہ میں اُن کی مدد کریں۔ وہ محتاج ہیں اِس بات کی کہ مبلغِ سلسلہ نہایت سیدھی سادی عبارت میں اور آسان سے آسان الفاظ میں دین کے مسائل اُنہیں سمجھائے۔ مختصر نوٹ انہیں لکھوائے اور پھر اُن سے کہے کہ آئندہ تبلیغ کے راستہ میں آپ کو جو مشکلات پیش آئیں اُن کے متعلق مجھ سے مشورہ لے لیا کریں۔ جہاں تک تعلیم کا سوال ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اتنی تعلیم نہ تھی جتنی آجکل عورتوں میں پائی جاتی ہے مگر اس کے باوجود اُن میں کتنی بلند خیالی پائی جاتی تھی، کتنی بلند حوصلگی پائی جاتی تھی، کتنی قربانی پائی جاتی تھی، کتنی علمِ دین کے حاصل کرنے کی تڑپ پائی جاتی تھی، کتنا عمل پایا جاتا تھا۔ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ اُن کو آگے بڑھنے کا موقع دیا جاتا اور اُن کے جذبات کو دبایا نہیں جاتا تھا۔ عورتیں جاتیں اور کہتیں یَا رَسُولَ اللّٰہ! ہم نہیں ملّت میں؟ یَا رَسُولَ اللّٰہ! آپ روزانہ مردوں میں وعظ کرتے ہیں ہم چوری چُھپے اُس سے بھی فائدہ اُٹھا لیتی ہیں مگر آپ ہمارے لئے ایک دن مقرر کر دیجئے جس میں آپ صرف ہمیں وعظ کیا کریں۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بہت اچھا۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ایسا مقرر کیا جس میں آپ صرف عورتوں کو وعظ و نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ 2 اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں ایسا اخلاص پیدا ہو گیا کہ آجکل کے مردوں میں بھی وہ نہیں پایا جاتا اور دین سیکھنے کا جذبہ اُن میں ایسا ترقی کر گیا کہ اسے دیکھ کر حیرت آتی ہے۔

عورت میں سب سے زبردست مادہ اُس کی حیا ہوتی ہے مگر دین سے واقف ہونے کا احساس ان

میں ایسا تھا کہ وہ آتی تھیں اور ایسے نازک مسائل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتی تھیں کہ آجکل ہماری بیوی بھی ہمارے سامنے اس طرح بات نہیں کر سکتی۔ ایک دفعہ ایک عورت آئی اور اس نے کہا یَا رَسُوْلَ اللّٰہ ! فلاں مسئلہ کس طرح ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی وہاں موجود تھیں آپ نے وہ بات سنی تو آپ کو سخت غصہ آیا اور آپ نے اسے کہا بے حیا! تُو مرے، تجھے شرم نہیں آئی! تُو نے تو عورتوں کی ناک کاٹ دی ہے۔ تُو نے تو عورتوں کو ذلیل کر دیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا عائشہ! اس نے عورتوں کو ذلیل نہیں کیا بلکہ تُو نے یہ بات کہہ کر عورتوں کو ذلیل کیا ہے۔ اگر یہ دین کا مسئلہ نہ پوچھتی تو اس کے لئے عمل ناممکن تھا۔3 غرض ان کے اندر اتنا ذوق تھا دین سیکھنے کا اور اتنا جوش تھا دینی معلومات حاصل کرنے کا کہ وہ اس کے لئے کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتی تھیں۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ حدیث پڑھ کر ہمیں خود شرم آ جاتی ہے۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ میری بیوی بھی اگر مجھ سے کوئی ایسا مسئلہ پوچھنا چاہے تو نہ پوچھ سکے۔ کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ وہ آتی ہیں اور کہتی ہیں میں نے ایک مسئلہ پوچھنا ہے مگر نہیں پوچھتی یہ کہہ کر چلی جائیں گی۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد آئیں گی اور کہیں گی کہ شرم آتی ہے مگر ایک مسئلہ پوچھنا ہے اور پھر نہیں بتائیں گی کہ کیا پوچھنا ہے۔ آخر کہنا پڑتا ہے کہ ارے بتاؤ تو سہی تم پوچھنا کیا چاہتی ہو؟ اس پر کہیں گی کہ نہیں نہیں شرم آتی ہے اور پھر ہزار نخرے کرنے کے بعد بات کریں گی۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے اندر علم حاصل کرنے کا ایسا جذبہ پیدا کر دیا تھا کہ انہیں ان باتوں کی کوئی پرواہ ہی نہیں ہوتی تھی۔ پھر اتنی دلیری اُن میں پائی جاتی تھی کہ اسے دیکھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے۔ میں تو جب بھی وہ حدیثیں پڑھتا ہوں بعد میں مَیں کئی منٹ تک سوچتا رہتا ہوں کہ آیا وہ جنت کی حُوریں تھیں یا عورتیں تھیں؟ مجلس لگی ہوئی ہے اور جیسے ہم اِس وقت بیٹھے ہوئے ہیں اِسی طرح سب بیٹھے ہیں۔ لاہور کی جماعت اُتنی نہیں جتنی مدینہ کی مسلمان جماعت تھی۔ وہ ہزاروں ہزار کی تعداد میں تھے اور سب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ کناروں پر سے ایک عورت کھڑی ہوتی ہے اور وہ کہتی ہے یا رسول اللّٰہ ! مجھے آپ کی باتیں اتنی پسند آئی ہیں کہ میں اپنے آپ کو آپ کے لئے ہبہ کرتی ہوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے تو ہبہ کر دیا ہے مگر مجھے شادی کی ضرورت نہیں۔ میں فلاں آدمی سے تمہارا نکاح کرتا ہوں اور وہ کہتی ہے حضور مجھے منظور ہے۔4 کیا آج ساری دنیا میں بھی کوئی ایسی مثال مل سکتی ہے؟ پھر یہ واقعہ ایک نہیں بلکہ

پانچ سات ایسے واقعات ہوئے ہیں۔

ایک دفعہ اسی طرح ایک عورت آئی اور اس نے اپنے آپ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہبہ کر دیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا اور خاموش رہے۔ اس پر ایک صحابی کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ! مجھے شادی کی ضرورت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تمہارے پاس اس کے مہر کے لئے کچھ ہے؟ اس نے کہا یا رسول اللہ! میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کیا قرآن کریم کی کچھ سورتیں تمہیں یاد ہیں؟ اس نے کہا یا رسول اللہ! صرف آخری تین سورتیں یاد ہیں۔ آپ نے فرمایا چلو یہی تین سورتیں اس عورت کو پڑھا دینا اور انہیں سورتوں کو میں تمہارا مہر مقرر کرتا ہوں۔ عورت نے کہا مجھے منظور ہے۔5 ان واقعات کو دیکھتے ہوئے تم دو ہی نام ان کے رکھ سکتے ہو۔ یا تو یہ کہہ سکتے ہو کہ وہ اس دنیا سے اٹھ کر عرش پر بیٹھ گئی تھیں اور یا یہ کہہ سکتے ہو کہ وہ پاگل تھیں۔ ان دو کے علاوہ اَور کوئی صورت نہیں۔ یا تو میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ انسانی معیار سے بہت بلند ہو کر آسمان پر چلی گئی تھیں اور یا میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ پاگل تھیں۔ مگر انہوں نے جو قربانیاں کیں وہ پاگلوں والی نہیں تھیں۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اُس وقت عورت عورت نہیں رہی تھی بلکہ وہ فرشتہ بن گئی تھی۔ یہ چیز ہمارے اندر بھی آ سکتی ہے بشرطیکہ ہم عورتوں کی صحیح تربیت کا انتظام کریں۔ ہمارے دلوں پر زنگ لگ جاتا ہے جب ہم باہر جاتے ہیں۔ مگر اُن کے دلوں پر گھر میں بیٹھنے کی وجہ سے زنگ نہیں لگتا اور آہستہ آہستہ وہ ایسے بلند معیار پر پہنچ جاتی ہیں کہ اُس کا خیال کر کے بھی انسان درحقیقت حیران ہی رہ جاتا ہے کہ وہ کیا چیز ہے۔ اپنے ذہنوں میں تم بھی سوچو میں نے تو کئی بار سوچا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم الگ الگ ہو کر بھی کبھی سوچا کرو کہ اصل ایمان کیا چیز ہے۔6 اگر ایک ایک بات پر انسان غور کرنے کی عادت ڈالے تو اس کی معرفت کہیں سے کہیں ترقی کر جائے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ جہاد کے لئے جاتے ہیں اور مدینہ خالی ہو جاتا ہے۔ ایک عورت کے خاوند کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام کے لئے باہر بھیجا ہوا تھا۔ وہ ہفتوں کے بعد مدینہ میں واپس آتا ہے۔ چونکہ وہ لڑائیوں اور بدامنی کا زمانہ تھا اس لئے اس کی بیوی ہر روز یہی سمجھتی کہ نہ معلوم کب یہ خبر آتی ہے کہ میں بیوہ ہو گئی ہوں۔ اُن دنوں چاروں طرف دشمن تھا اور جو مسلمان تھے وہ بھی حدیث العہد تھے۔ اس لئے جس عورت کے خاوند کو باہر کسی کام پر بھیجا جاتا تھا وہ اپنے دل میں

سمجھتی تھی کہ خبر نہیں کہ کب مجھے بیوگی کی خبر آتی ہے۔ اِسی عرصہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کے لئے تشریف لے گئے۔ اِتنے دنوں کی جدائی کے بعد قدرتی طور پر خاوند کے دل میں محبت کے جذبات پیدا ہونے تھے۔ وہ پیار کرنے کے لئے اپنی بیوی کے قریب پہنچا مگر جونہی خاوند اُس کے قریب آیا تو اُس نے زور سے اُس کے سینہ پر ہاتھ مار کر دھکّا دے دیا اور اُسے کہا تمہیں شرم نہیں آتی خدا کا رسول ایک خطرناک لڑائی کے لئے باہر نکلا ہے اور تم کو اپنی بیوی سے پیار سُوجھا ہے۔ میں تو جتنا سوچتا ہوں مجھے آج کوئی عورت ایسی دکھائی نہیں دیتی جو ایسے وقت میں اتنا شاندار نمونہ دکھانے کے لئے تیار ہو جائے۔ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے اس معاملہ میں بہت حد تک خوش قسمت ہوں اور اس نے مجھے ایسی بیویاں بھی دی ہیں جو دین کے لئے بڑی سے بڑی قربانیاں کرنے والی ہیں۔ لیکن میں تو سوچا کرتا ہوں کہ باوجود اِس کے کہ میں اپنے آپ کو اِس معاملہ میں خوش قسمت سمجھتا ہوں میرا ذہن کبھی بھی تسلی نہیں پاتا کہ اگر ایسا موقع ہو تو میری بیوی یہی ایمان دکھائے گی۔ اُس شخص پر بھی اِس کا اتنا اثر ہوا کہ پھر اُس نے بیوی کی طرف رُخ نہیں کیا، گھوڑے پر چڑھا اور جنگ میں چلا گیا۔

ہندہ، وہ ہندہ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل تک دیکھنا بھی پسند نہیں کرتی تھی۔ جس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے اتنا بُغض تھا کہ حضرت حمزہؓ کے متعلق اس نے اعلان کیا تھا کہ میں اُس شخص کو اتنا انعام دوں گی جو ان کا کلیجہ نکال کر مجھے دے اور ان کا مُثلہ کرے۔ چنانچہ جب حضرت حمزہؓ شہید ہوئے تو ایک شخص نے انعام لینے کے لئے حضرت حمزہؓ کا کلیجہ نکالا اور ان کے ناک کان بھی کاٹے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ اتنا بڑا ابتلاء تھا کہ باوجود اِس کے کہ آپ نہایت رحیم وکریم تھے آپ نے فرمایا مجھے اس سے اتنا صدمہ پہنچا ہے کہ میں جب تک ان کے ستّر سرداروں سے یہی معاملہ نہ کرلوں مجھے چین نہیں آئے گا۔ <u>7</u> اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو الہام ہوا کہ ہمارے نبی کا یہ مقام نہیں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا ہم بدلہ نہیں لیتے جو کچھ دشمن نے کیا ہے اپنے مقام کے لحاظ سے کیا ہے۔ ہمیں خدا تعالیٰ نے عفو اور درگزر کا مقام عطا فرمایا ہے۔ **<u>8</u>** وہ ہندہ مسلمان ہوتی ہے اور مسلمان ہو کر اسلام اور ایمان کی چاشنی اس کو نصیب ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد ایک عظیم الشان جنگ عیسائیوں سے پیش آئی جس میں بعض اندازوں کے مطابق تین لاکھ اور بعض اندازوں کے مطابق دس لاکھ عیسائی لشکر تھا اور رومی فوج تھی۔ یہ نہایت ٹرینڈ اور تربیت یافتہ تھی۔

مسلمانوں کے لشکر کا اندازہ تیس سے ستّر ہزار تک لگایا جاتا ہے۔ اس لشکر کے حملہ کی وجہ سے مسلمان فوج کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ عورتیں پیچھے مرہم پٹی کے لئے بیٹھی تھیں جب لشکر بھاگتا ہوا آیا تو یہی ہندہ جس نے کہا تھا کہ مجھے چین نہیں آئے گا جب تک میں (نعوذ باللہ) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رشتہ داروں کی ذلت نہ کرلوں۔ وہی ہندہ کھڑی ہوگئی اور اس نے صحابیات سے کہا آج دشمن کے آگے مردوں نے پیٹھ دکھا دی ہے اب عورتوں کا وقت ہے کہ وہ اپنے ایمان کا مظاہرہ کریں۔ آؤ ہم اپنے مردوں کو روکیں اور اگر وہ نہ رُکے تو ہم خود دشمن کا مقابلہ کریں گی۔ چنانچہ انہوں نے خیموں کے بانس وغیرہ اُکھیڑ لئے۔ جب لشکر واپس آیا تو وہ عورتیں اُن کے گھوڑوں اور اونٹوں کو ڈنڈے مارتی تھیں اور کہتی تھیں اگر تم نے ہمارے ساتھ تعلق رکھنا ہے اور ہمیں اپنے گھروں میں بسانا ہے تو واپس جاؤ اور دشمن سے لڑو۔ اس دوران میں ابوسفیانؓ اور حضرت معاویہؓ کے گھوڑے بھی آ پہنچے۔ ہندہ نے آگے بڑھ کر اپنے خاوند کے گھوڑے پر بانس مارا اور یہ لفظ کہے بے شرم! تُو کافر تھا تو مسلمانوں کے ساتھ لڑنے کے لئے جاتا تھا اب خدا نے تجھے ایمان بخشا ہے تو تُو پیٹھ دکھا رہا ہے۔ ابوسفیانؓ نے اپنے بیٹے معاویہؓ کی طرف منہ پھیر کر کہا معاویہ! دشمن کے نیزے ان الفاظ سے زیادہ سخت نہیں چلو جو کچھ بھی ہو واپس چلیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے گھوڑے موڑ لئے۔ اتنے میں باقی اسلامی لشکر بھی مُڑا اور اُس نے لڑائی کی اور کامیاب ہوا۔

اِس قسم کی مثال آج دنیا میں کہاں مل سکتی ہے۔ مگر یہ کس چیز کا نتیجہ تھا؟ یہ اس بات کا نتیجہ تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات پر زور دیا تھا کہ عورتوں کو بھی دین سکھانا چاہیے اور یہ اس بات کا نتیجہ تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی عورت کی تین لڑکیاں ہوں اور وہ ان کو صحیح طور پر تعلیم دے تو اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ! اگر دو ہوں۔ اُس نے سمجھا کہ میں تو رہ گئی کیونکہ اُس کی دو لڑکیاں تھیں۔ آپ نے فرمایا اگر کسی کی دو لڑکیاں ہوں اور وہ ان کو صحیح تعلیم دے تو اس کے لئے بھی جنت واجب ہو جاتی ہے۔[9]

ایک دفعہ ایک عورت آئی۔ اُس کے ساتھ اُس کی دو بچیاں بھی تھیں۔ اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ کچھ کھانے کے لئے دو۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں اُس وقت ہمارے گھر میں صرف ایک کھجور تھی میں نے وہی ایک کھجور اُسے دے دی۔ اُس نے کھجور کو دانتوں میں دبایا اور اس کے

دو برابر کے حصے کر کے آدھا ٹکڑا اپنی ایک بیٹی کے منہ میں ڈال دیا اور آدھا ٹکڑا دوسری بیٹی کے منہ میں ڈال دیا۔ حضرت عائشہؓ کے دل پر اس کی بڑی چوٹ پڑی۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ! اس طرح آج ایک عورت ہمارے پاس آئی تھی اس نے مجھ سے کہا کہ کیا تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ یا رسول اللہ! اس عورت کے چہرہ سے بھوک کے بڑے شدید آثار ظاہر تھے مگر یا رسول اللہ جب میں نے اُسے ایک کھجور دی تو اُس نے اپنے دانتوں سے برابر برابر تقسیم کر کے آدھی کھجور اپنی ایک بچی کو دے دی اور آدھی کھجور اپنی دوسری بچی کو دے دی۔ یا رسول اللہ! اُس نے ذرا بھی آپ نہیں چکھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عائشہؓ! تبھی تو خدا تعالیٰ نے کہا ہے کہ ایک عورت اگر اپنی بچیوں کی صحیح تربیت کرے تو خدا تعالیٰ اس کے لئے جنت واجب کر دیتا ہے۔ **10**

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے جنت ہے **11** ہم تو ان کے پاؤں کے نیچے زمین کھودتے ہیں تو کوئی جنت نہیں نکلتی بلکہ سائنس والے کہتے ہیں کہ نیچے آگ ہی آگ ہے۔ اس کا مطلب دراصل یہی ہے کہ عورت اگر صحیح تربیت کرے اور بچہ اگر صحیح تربیت قبول کرے تو وہ دوزخی کبھی نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ بچپن کی تعلیم اتنی گہری ہوتی ہے کہ اسے چھوڑنا آسان نہیں ہوتا۔

پس عورتوں کی تربیت اور ان کی تعلیم نہایت ہی اہم چیز ہے مگر جیسا کہ میں نے بتایا ہے اس مسجد میں ان کی تعلیم و تربیت نہیں ہوسکتی۔ اس مسجد کے ہوتے ہوئے آپ یہ جرأت بھی نہیں کر سکتے کہ کھڑے ہو کر یہ اعلان کر سکیں کہ اے بھائیو! جمعہ میں اپنی عورتوں اور لڑکیوں کو لایا کرو۔ اور اگر آپ ایسا اعلان بھی کریں تو وہ کہیں گی ہم کہاں آئیں ہمارے لئے تو بیٹھنے کی بھی جگہ نہیں۔ یہ بات آپ تبھی کہہ سکتے ہیں جب آپ اِس مسجد کو بدلیں۔ یہ مت خیال کریں کہ ہم نے اس مسجد پر اتنا روپیہ خرچ کیا ہوا ہے۔ یہ مسجد اُن لوگوں نے بنائی تھی جو آپ سے دسواں حصہ تھے یہ محلّہ کی مسجد بن جائے گی اور وہ جامع مسجد بن جائے گی۔ پھر جس مسجد کے بنانے کی میں تحریک کر رہا ہوں وہ بھی کافی نہیں رہے گی بلکہ جو کچھ خدا کے وعدے ہیں ان کے لحاظ سے وہ بھی ایک دن محلّہ کی مسجد بن جائے گی اور آٹھ دس سال کے بعد پھر آپ کو ایک اَور مسجد بنانی پڑے گی۔ **جو کچھ خدا نے ہم کو بتایا ہے اُس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ لاہور کی بڑی اکثریت ہی نہیں دنیا کی تمام اقوام اور دنیا کے تمام ممالک کی بڑی اکثریت ایک دن**

احمدی ہو جائے گی۔ اِس وقت بیس لاکھ کے قریب لاہور کی آبادی ہے۔ اگر اٹھارہ لاکھ احمدی ہو جائے تو اس کے معنے یہ ہیں کہ نو لاکھ بالغ فرد ہوں گے اور نو لاکھ آدمی چون لاکھ فٹ میں آ سکتے ہیں گویا سَوا سَو ایکڑ زمین ان کے لئے چاہیے اور یہ صرف سترہ مرلہ کی مسجد ہے۔ سَوا سَو ایکڑ کے معنے ہیں ساڑھے بارہ سَو کنال۔ کیونکہ گورنمنٹ کا ایکڑ کچھ بڑا ہوتا ہے۔ گویا اس مسجد سے قریباً پندرہ سو گنے بڑی مسجد یا بادشاہی مسجد سے بھی کئی گنا بڑی مسجد۔ شاہی مسجد دراصل اُس وقت بنی تھی جب لوگوں نے نماز چھوڑ دی تھی۔ اور پھر عام طور پر آجکل عید کی نماز میں بھی آدھے آدمی جاتے ہیں۔ پھر کوئی احمدیوں کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہوتا ہے اور کوئی وہابیوں کے ساتھ پڑھ رہا ہوتا ہے۔ پھر عورت بہت کم جاتی ہے لیکن پھر بھی وہ مسجد بھری ہوئی ہوتی ہے۔ پس خود ہی اندازہ لگالو کہ تمہیں کتنی بڑی مسجد کی ضرورت ہوگی۔ پس یہ خیال ہی غلط ہے کہ جس مسجد کے بنانے کے لئے میں کہہ رہا ہوں وہ تمہارے لئے کافی ہوگی۔ دس سال کے بعد پھر تمہیں اَور مسجد بنانی پڑے گی اور وہی جو اَب تمہاری جامع مسجد ہوگی محلّہ کی مسجد بن جائے گی۔ اس طرح آہستہ آہستہ اور قدم بقدم ترقی کرتے کرتے آخر میں وہ مسجد بنے گی جو تمام لاہور کی نماز جمعہ کے لئے انشاء اللہ کافی ہوگی۔ عید تو میدان میں ہی پڑھنے کا حکم ہے مگر جمعہ اور عید دونوں میں عورتوں کا آنا ضروری ہوتا ہے اس لئے دونوں مواقع پر عورتوں کی ضروریات کو ہمیشہ مدنظر رکھنا چاہیے۔ پس اس طرف توجہ کرو اور نئی مسجد کے لئے زمین خریدنے کی کوشش کرو۔ میں نے وعدہ کیا تھا کہ میں خود بھی اس بارہ میں کوشش کروں گا۔ مگر اس خطبہ کے کچھ دنوں کے بعد میں کوئٹہ چلا گیا اور وہاں سے واپسی پر ہم سب ربوہ چلے گئے اس لئے میں اِس طرف توجہ نہ کر سکا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں جماعت میں اور کئی دوست ہیں جو اِس کام کو اچھی طرح سرانجام دے سکتے ہیں۔

مستری موسیٰ صاحب کا خاندان ہی اگر اس میں دلچسپی لے تو وہ بہت کچھ مدد دے سکتا ہے۔ مستری موسیٰ صاحب کو زمینیں خرید کر بیچنے کا شوق تھا میں سمجھتا ہوں ان کے بچوں میں بھی کسی حد تک یہ مادہ ضرور ہو گا۔ پس کوشش کر کے اڑھائی تین کنال زمین مسجد کے لئے خرید لو۔ اس طرح چند سال کی ضرورتیں پوری ہو جائیں گی۔ پھر اَور ضرورت محسوس ہوگی تو اللہ تعالیٰ اَور سامان پیدا کر دے گا۔ اگر نئے آدمی آ جائیں اور ہماری آمدنی بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے بڑھ جائے تو ہر پانچویں یا دسویں سال اگر ایک نئی مسجد بنالی جائے تو اس میں کیا حرج ہے۔ لوگوں کے چار چار بچے ہوتے ہیں تو وہ چاروں کے لئے الگ الگ گھر بناتے

ہیں۔ اگر ایک گھر وہ خدا تعالیٰ کے لئے بھی بنا دیا کریں تو اس میں کون سی مشکل ہے۔

بہر حال صحیح تربیت کے لئے ضروری ہے کہ عورتیں دین سیکھیں اور عورتوں کے لئے دین سیکھنے کا کم سے کم موقع یہ ہے کہ وہ جمعہ میں آئیں اور خطبہ سنیں۔ اگر تمام عورتیں جمعہ میں آنے لگیں تو پھر ہمیں ان کے چھوٹے بچوں کے لئے بھی الگ انتظام کرنا پڑے گا۔ انگریزوں میں قاعدہ ہے کہ وہ ایسے موقع پر بچوں کے لئے الگ جگہ کا انتظام کر دیتے ہیں جس میں کھلونے وغیرہ رکھے ہوئے ہوتے ہیں اور وہ اُدھر مشغول ہو جاتے ہیں۔ اِسی طرح میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے لئے بھی ضروری ہے کہ ہم نرسری کا انتظام کریں اور کچھ عورتیں ایسی مقرر کر دی جائیں جو نماز کے وقت بچوں کی نگرانی رکھیں۔ جس طرح میں نماز پڑھاتا ہوں تو پہرے دار کھڑے رہتے ہیں اسی طرح یہ جائز ہوگا کہ لجنہ اماء اللہ ہر جمعہ کے موقع پر پانچ سات عورتیں ایسی مقرر کر دے جن کے سپرد بچوں کو پانی پلانا اور پیشاب کرانا ہو۔ وہ آپس میں لڑ پڑیں تو اُن کو چُپ کرانا ہو اور پھر لجنہ کی طرف سے یہ ڈیوٹیاں بدلتی رہیں تا کہ عورتیں بھی اطمینان کے ساتھ خطبہ سن سکیں اور بچوں کو بھی کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ بہر حال جُوں جُوں تہذیب ترقی کرے گی اور جُوں جُوں ہمارے حالات بدلتے جائیں گے ہمیں اپنے نظام میں بھی ایسی لچک پیدا کرنی پڑے گی تا کہ ہر قسم کی ضرورتوں کو پورا کیا جا سکے۔''

خطبہ ثانیہ میں حضور نے فرمایا:

''میاں سراج الدین صاحب کہتے ہیں کہ میرا اپنا گھر کوئی نہیں مگر میں خدا کے گھر کے لئے پانچ ہزار روپیہ چندہ دیتا ہوں۔ جماعت کے دوست جب بھی چاہیں مَیں انہیں دے دوں گا۔ آجکل یہ ''الفضل'' میں اشتہار بھی دے رہے ہیں کہ دوست ''اللہ تعالیٰ کہا کریں''۔ یہاں کے جو امیر صاحب ہیں اُن سے ایک دن میں نے کہا تھا کہ الفضل کی آمد چونکہ اشتہاروں پر ہی ہے اس لئے اُن سے کہیں کہ وہ پورے صفحہ کا اشتہار دیا کریں چھوٹا اشتہار لوگ پڑھتے نہیں۔ بہر حال اچھی بات یہی ہے کہ مسجد ایک ایسی چیز ہے کہ اگر اس کی اہمیت بتائی جائے تو بہت سے لوگ قربانی کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ ابھی صرف اِس بات کی ضرورت ہے کہ مسجد کے لئے جگہ لی جائے پھر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو بنانے والے بھی پیدا ہو جائیں گے۔''

(الفضل مورخہ 12/ اکتوبر 1950ء)

1: **فرقدان**: سر۔ کھوپڑی

2:صحیح بخاری کتاب العلم باب هل یُجْعَلُ لِلنِّسَاءِ یَوْمًا عَلٰی حِدَةٍ فِی الْعِلْمِ

3:صحیح مسلم کتاب الحیض باب وجوب الغسل علی المرأة بخروج المنی منها

4:صحیح بخاری کتاب النکاح باب عَرضِ المرأة نفسَهَا عَلَی الرَّجُلِ الصَّالِحِ

5: صحیح بخاری کتاب النکاح باب اذا قال الخاطب: زَوِّجْنِیْ فُلَانَةً فقال: قَدْ زَوَّجْتُکَ بِکَذَا وَ کَذَا

6:قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا (سبا:47)

7:السیرة الحلبیة جزء 2صفحه 334 غزوة احد. بیروت لبنان 2002ء الطبعة الاولیٰ

8:السیرة الحلبیة جزء 2صفحه 335 غزوة احد. بیروت لبنان 2002ء الطبعة الاولیٰ (مفہوماً)

9:جامع الترمذی ابواب البر والصلة باب ما جاء فی النفقة علی البنات والاخوات

10:صحیح بخاری کتاب الادب باب رحمة الْولد و تقبیلہٖ و معانقتہٖ

11:کنز العمال فی سنن الاقوال و الافعال الجزء السادس عشر صفحه192 الباب الثامن فی بر الوالدین. حدیث نمبر 45431 دارالکتب العلمیة لبنان 1998ء